Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

مشرف عالم ذوقی کے ناول "مرگ انبوہ" میں علامت نگاری

Symbolism in Musharraf Alam Zauqi's Novel "Marg Anbuh"

Maria Khan
M. Phill Scholar Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad

ماریہ خان
ایم۔فل اسکالر شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract

Symbolism is a Western movement.Musharraf Alam Zauqi has been used Symbolism in his novel "Murg Anbuh".Many symbols have been used in the novel. The term "Holocaust" is attributed to the genocide of the Jews in the World War II, which Musharraf Alam Zauqi has used as a symbol of the genocide of Muslims in the subcontinent. "Whales", "Bellows game", "Blood rain", "Red beaks", "Magicians" and " The red book" are used as symbols. Through these symbols the changing conditions and events of the Muslins in the subcontinent have been highlighted. Events from 1857 to 2014 have been highlighted. Musharraf Alam Zauqi has used the word "Murg Anbuh" symbolically. Just as the Jews were being genocided, similarly, efforts are being made to eliminate the Muslim race in the world. Various tactics are being used in this regard. This novel is considered one of the most important political novels. Through this novel, Musharraf Alam Zauqi is presenting a scenario of India in which Muslims are being targeted. And gradually they are being pushed towards the Holocaust. Keeping this scenario in mind, this novel has been named Marg Anbuah. Through this novel, Musharraf Alam Zauqi has described a new and burning topic.

Keywords: *Symbolism, Genocide, Blue Whale Game, Blood Rain, British Army, Red Book*

کلیدی الفاظ: علامت نگاری، نسل کشی، بلیو وہیل گیم، خونی بارش، انگریز فوج، سرخ کتاب

تعارف:

ادب میں علامت نگاری ایک اہم فنی اسلوب کے طور پر تسلیم کی جاتی ہے، جس کے ذریعے مصنف کسی پیچیدہ یا گہری حقیقت کو مخصوص اشارات یا علامتوں کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ اگرچہ علامت نگاری کی تحریک مغرب سے آئی، لیکن اردو ادب میں بھی اس کا استعمال خاص طور پر جدید افسانے اور ناول میں بکثرت ہوا ہے۔ مشرف عالم ذوقی کا ناول "مرگ انبوہ "اس کی ایک بہترین مثال ہے، جس میں مصنف نے بیسویں اور اکیسویں صدی کے سیاسی اور سماجی حالات کو علامتی پیرایے میں پیش کیا ہے۔

مشرف عالم ذوقی نے اس ناول میں "مرگ انبوہ"یعنی اجتماعی ہلاکت کو محض ایک عنوان کے طور پر نہیں، بلکہ ایک گہری علامت کے طور پر استعمال کیا ہے، جو برصغیر کے مسلمانوں کی نسل کُشی کے المیے کی نمائندگی کرتی ہے۔ انہوں نے "ہولوکاسٹ" کی اصطلاح کو یہودیوں کے قتلِ عام سے ماخوذ کر کے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کے سیاق وسباق میں پیش کیا ہے۔ ناول میں "وہیل مچھلیاں"، "خونی بارش"، "لال چونچیں"، "جادوگر"، "لال کتاب" اور "بیلوز گیم" جیسی متنوع علامتیں استعمال کی گئی ہیں، جو نہ صرف فنّی جمالیات کو ابھارتی ہیں بلکہ سیاسی و سماجی حقیقتوں کو بھی عیاں کرتی ہیں۔

یہ ناول 1857 سے لے کر 2014 تک کے مختلف تاریخی ادوار کو سمیٹتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے گئے سلوک کی منظر کشی کرتا ہے۔ مشرف عالم ذوقی نے موجودہ ہندوستانی سماج کے اندر مسلمانوں کے خلاف پیدا کردہ فضا کو اس ناول کے ذریعے اُجاگر کیا ہے، جس میں انہیں بتدریج ایک نئے "ہولوکاسٹ" کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ ان علامتوں کے ذریعے مصنف نے ایک جاندار بیانیہ تخلیق کیا ہے جو نہ صرف فن کے اعتبار سے اہم ہے بلکہ فکری طور پر بھی ایک سنجیدہ مکالمے کی دعوت دیتا ہے۔

علامت ایک ایسانشان یا اشارہ ہے جو کسی چیز کی شناخت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔علامت ایک ایسی اشارتی زبان ہے جس کو کسی خاص مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر اعجاز راہی اپنی کتاب "اردو افسانے میں علامت نگاری" میں علامت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"علامت انسان کے وجود کی لفظی، صوری، بصری اور حیاتیاتی ادراک کی وسیع المعانی عملی تفسیر ہے۔"(1)

انسان نے جب سے دنیا میں قدم رکھا ہے، دنیا کے رازوں کو سمجھنے کے لیے کسی نہ کسی علامت کو استعمال کرتا ہے۔جب ارض وسماں کو سمجھنے کی کوشش کی تو قدیم مذاہب کے ذریعے سے علامت کا استعمال کیا۔قدیم تہذیبوں میں جنس، آگ، پانی، طوفان، جنگ، امن، شکست وفتح، الغرض ہر شعبہ زندگی میں الگ الگ دیوتاؤں کے ذریعے سے علامتی اظہار کیا ہے:

"سمبلزم تو اسنان کا ارفع ترین ذریعہ اظہار ہے جو اس کی پیدائش سے لے کر ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہا ہے۔انسان نے شروع سے لے کر آج تک اس ذریعہ اظہار سے کام لیا ہے۔"(2)

دور جدید میں علامت سائنس، ریاضیات، بشریات، عمرانیات اور دوسرے علوم تک رسائی حاصل کر چکی ہے۔جہاں تک علامت دوسرے علوم پر اثر انداز ہوئی ہے، اسی طرح ادب کو بھی متاثر کیا ہے۔ادب میں علامت، استعارے، نشان، مجاز یا پیکر کے درمیان میں کم ہی فرق کیا جاتا ہے۔کیسرو کے خیال میں:

"ارسطو استعارے اور مجاز مرسل کے درمیان کو نہیں سمجھ سکا۔۔۔جب کہ جیکب سن کے نزدیک ان دونوں میں قطبین کا فرق ہے۔"(3)

علامت ایک ایسی تکنیک ہے جسے موجودہ ادب میں رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔علامت نگاری(Symbolism) انگریزی زبان کے لفظ(Symbol)کا ترجمہ ہے جو کہ یونانی زبان کے لفظ(Symbolllon)سے اخذ ہے,(Sym)کا مطلب "ساتھ اور(Bollon)کا مطلب ہے "پھینکا ہوا"۔فیروز اللغات میں "علامت" کا مطلب ہے:

"نشان، سراغ، اشارہ، نقش، ہیل کا پتھر، مظہر، پہچان، چھاپ، لیبل، آثار"(4)

انسائیکلوپیڈیا برٹرمیکا میں سمبل(Symbol)کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Symbol the term given to a visible object rep senting to the mind, the Symbloance of something which is not shown but realized by Association with it."(5)

علامت کی مختلف اقسام اور نوعیت ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اس کی کوئی خاص تعریف متعین نہیں کی جاسکتی ہے۔علامت کے معنی "نشان یا سراغ لگانے" کے ہیں یعنی علامت کو کسی بھی چیز کی کھوج لگانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔علامت کے ذریعے کسی بھی چیز کی نشاندہی اس انداز سے کی جاتی ہے جسے مخصوص طبقے کے لوگ یا مخصوص فکر رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔علامت میں زبانی یا قلم کے ذریعے اس بات کو کہنے کی سعی کی جاتی ہے جسے عام حالات میں کہنا قابل گرفت ہو۔اکثر شعراء اور ادیب اسے صنعت کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں اور اپنی قلم پر گرفت کا اظہار کرتے ہیں۔علامت نگاری میں گہرائی اور وسعت پیدا کرنے کے لیے ایک علامت کے ساتھ کئی اور علامتوں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔علامت نگاری کی تحریک کا آغاز انیسوی صدی میں فرانس سے ہوا اور بیسوی صدی میں یہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔علامت نگاری کی تحریک مغرب میں رومانیت کے رد عمل میں سامنے آئی۔

نارتھ روپ فرائی نے "Anatomy of Criticism" میں علامت کی تعریف یوں کی ہے:

> "Any unit of work of literature which can be isolated for critical attention.In general usage restricted to the smaller units such as words 'Phrases' Image etc."(6)

انیسوی صدی میں یورپ میں جنگی صورت قائم تھی، جس کی وجہ سے وہاں کی اجتماعی وانفرادی زندگی بہت متاثر ہوئی۔ ان حالات نے زندگی کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی اثر چھوڑا جس کے نتیجے میں 1830ء میں رومانیت پسندی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں گوئٹے، وکٹر ہیوگو، سینٹ بنیو، بائرن، کیٹس، اور شیلے کے نام سرفہرست ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ سائنس نے مغربی زندگی کو متاثر کیا تو 1850ء کے لگ بھگ حقیقت پسندی کی تحریک سامنے آئی۔ جس کے اثرات انیسوی صدی کی آخری دو دہائیوں تک نظر آتے ہیں۔ اسی دور 1880ء میں حقیقت پسندی اور رومانیت پسندی کے ردِ میں ایک نئی تحریک اُبھر کر سامنے آئی جسے علامت نگاری کی تحریک کا نام دیا گیا۔ صدیق کلیم اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "علامتی اظہار کی تحریک نے فرانسیسی عروض کے وہ قواعد توڑ ڈالے جو رومانیت پسندوں نے صحیح و سالم رہنے دیئے تھے آخر کار یہ تحریک جس کا رومانوی ادیب بھی کافی حد تک احترام کرتے تھے۔ فرانسیسی کلاسیکی روایت کی وضاحت اور استدلال کو مکمل طور پر ترک کر دینے میں کامیاب ہو گئی۔"(7)

انیسویں صدی کے وسط میں امریکی رومانوی شعراء اور دیگر اہل قلم جن میں "پو" "ہاتھورن" "میلول" "وھٹمین" اور "ایمرس" علامت نگاری کی سمت میں گامزن ہو چکے تھے۔ جب کہ فرانس میں "والری" جیسے شاعر اور "پروست" جیسے ناول نگار علامتی تحریک سے پیدا ہوئے۔

علامت ادب میں استعمال ہونے والا ادبی آلہ ہے۔ مصنف اپنے صلاحتیوں کے اظہار کے لیے یا اپنے قلم پر عبوریت کو ثابت کرنے کے لیے علامت کا استعمال کرتے ہیں۔ مصنفین اپنے معنی میں مختلف پرتوں کو شامل کرنے کے لیے بھی علامت کے طور پر مختلف حرف، اشیاء، رنگ، جگہیں اور حالات کا استعمال کرتے ہیں۔ علامت نگاری کے استعمال کے پیچھے کئی محرکات موجود تھے۔ جب کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے خیالات و جذبات کا اظہار معاشرے میں نہیں کر سکتا تو وہ علامت کے ذریعے سے اپنی بات بیان کرتا ہے۔

اردو ادب میں علامتوں کا استعمال تشبیہ، استعارہ، کنائیوں کی صورت میں ابتداء سے ہی چلا آرہا ہے لیکن علامت کو باقاعدہ تحریک کی شکل ترقی پسند تحریک کے بعد جدیدیت کے رجحان نے دی ہے۔ علامت کے ذریعے معاشرے کے ان مسائل پر بات کی جاسکتی ہے جن مسائل کے اظہار پر معاشرے کی طرف سے پابندیاں عائد ہو۔ ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش نے شہزاد منظر کے ایک اقتباس کو اپنی کتاب "جدید اردو افسانے کے رجحانات" میں لکھا ہے:

> "ایک طبقہ کا خیال ہے کہ علامت اس وقت جنم لیتی ہے جب اظہار پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ پاکستان میں 1951ء سے مختلف طریقوں سے شہری آزادیوں کو کچلنے کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ اسی دور میں انجمن ترقی پسند مصنفین پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس کے چند سالوں بعد یعنی 54ء میں پہلا مارشل لا نافذ ہوا اور اس کے بعد 60ء میں علامت نگاری کا رجحان واضح ہونا شروع ہو گیا۔"(9)

علامت کے استعمال سے ناول اور افسانے کے اسلوب اور تکنیک میں بہت وسعت آگئی ہے۔ مافوق الفطرت عناصر نے اردو ناول اور افسانے میں تبدیلی لائی، وہ عناصر جنھیں اردو ادب اور خاص طور پر ناول اور افسانے میں پرانا خیال کیا جاتا تھا، ان کا نئے انداز میں استعمال شروع ہوا۔ انتظار حسین کے علامتی افسانے اس کی بہترین مثال ہیں۔

مشرف عالم ذوقی یکم مارچ 1962ء میں آرہ، بہار میں پیدا ہوئے اور یکم مارچ 2021ء کو دلی، انڈیا میں وفات پائی۔ مشرف عالم ذوقی نے اردو اور ہندی دونوں زبانوں پر کام کیا ہے۔ ان کے تیرہ ناول، کہانیوں کے دس مجموعے اور تنقید کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے ناولوں میں "نیلام گھر"، "لے سانس بھی آہستہ"، "شہر چپ ہے"، "مسلمان"، "بیان"، "آتش دفتہ کا سراغ"، "نالہ شب گیر"، "مردہ خانے میں عورت کی علامتی کائنات"، "پوکے مان کی دنیا"، "مرگ انبوہ"، "مسلمان" شامل ہیں۔ 1997ء سے 2006ء کے درمیان انھیں ایوارڈز سے نوازا گیا جن میں "کرشن چندر ایوارڈ، سرسید نیشنل ایوارڈ، نیشنل ایوارڈ، اردو اکادمی دہلی ایوارڈ، انٹر نیشنل ہیومن رائٹس ایوارڈ" کے علاوہ دیگر اعزازات سے نوازا گیا۔ 2015ء میں انھیں فروغ اردو دوحہ قطر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان کی بہت سی تصانیف میں ٹیلی سیریل اور ٹیلی فلمیں بن چکی ہیں۔

مشرف عالم ذوقی ان نثر نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے معاشرے کے ظلم و جبر کے خلاف جرات مندی اور بے باکی سے بات کی ہے۔ مشرف مشرق و مغرب کے اثر اور روسی ادب سے بہت متاثر تھے اور دوستوفسکی کو اپنا رہبر و رہنما مانتے تھے۔ اس کے علاوہ چیخوف، گوگول وغیرہ کی تحریروں کا بھی گہرا مطالعہ تھا۔ اس لیے شاید ان کی تحریروں میں روسی ادب کا اثر بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ ان کے ناولوں کا موضوع سماجی و سیاسی مسائل، انسانی زندگی، زندگی کی مصروفیات، فسادات، سیاسی چالبازیاں، تقسیم کے مسائل، جنریشن گیپ، گلوبلائزیشن وغیرہ ہیں۔

"مرگ انبوہ" کو انگریزی زبان میں "ہولوکاسٹ" کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی "مکمل جلا دینے کے ہیں" جو کہ یہودیوں کی نسل کشی سے منسوب ہے، جسے بے دردی کے ساتھ موت کی گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، جبکہ فارسی میں "مرگ" کے معنی "موت" جبکہ "انبوہ" کے معنی "بھیڑ" کے ہیں، اصطلاحی طور میں اس کے معنی "بھیڑ کی موت" کے ہیں۔ فیروز اللغات میں "مرگ انبوہ" کے معنی ہیں "عام مصیبت ایک قسم کا جشن بن جاتی ہے، دوسروں کی مصیبت دیکھ کر اپنا رنج کم ہو جاتا ہے۔"(10)

مرگ انبوہ "ہولوکاسٹ" کا لفظ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جرمنی کے چانسلر ہٹلر کی نازی افواج کے ہاتھوں مبینہ قتلِ عام کا شکار ہونے والے یہودیوں سے منسوب ہے۔ اسے یہودیوں کی نسل کشی بھی کہا جاتا ہے۔ کچھ ماہرین ہم جنس پرستوں، معذوروں، غلاموں اور باشندوں کے قتل کو بھی ہولوکاسٹ میں شامل کرتے ہیں، جبکہ کچھ ماہرین کے خیال میں "ہولوکاسٹ" میں صرف یہودیوں کی نسل کشی ہی کی گئی ہے۔ "ہولوکاسٹ" کے دوران قتل ہونے والے لوگوں کی تعداد تقریباً 9 سے گیارہ ملین ہے۔ "ہولوکاسٹ" مہم کو مختلف مراحل میں سرانجام دیا گیا۔ یہودیوں کی معاشرے میں حیثیت ختم کرنے کے حوالے سے قانون سازی دوسری جنگ عظیم سے پہلے کی جا چکی تھی۔ یہودیوں سے غلاموں کی طرح کام لیا جانا شروع ہو گیا تھا۔ یہودیوں سے اس وقت تک کام لیا جاتا جب وہ تھکن یا بیماری کا شکار ہو کر مر نہ جاتے۔ جب نازی حکومت کی فتوحات کا آغاز ہوا تو مشرقی یورپ کی فوج کو یہ ہدف دیا گیا کہ یہودیوں اور سیاسی حریفوں کو بے دریغ قتل کیا جائے۔

یہودیوں کو قتل گاہ تک لے جانے کے لیے ریل گاڑیوں میں آگے باندھ کر "گھیتو" (یہودیوں کی قتل گاہ کا نام) منتقل کیا جاتا تھا۔ جو یہودی زندہ وہاں پہنچ جاتے انہیں گیس چیمبر کے ذریعے سے موت کی گھاٹ اُتار دیا جاتا۔ جرمنی کے تمام شاہی افسر اس مہم میں پیش پیش تھے۔

مشرف عالم ذوقی نے "مرگ انبوہ" کے لفظ کو علامتی طور پر استعمال کیا ہے۔ جس طرح یہودیوں کی نسل کشی کی جا رہی تھی، اسی طرح دنیا میں مسلمانوں کی نسل کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ اس ناول کے ذریعے سے مشرف عالم ذوقی ہندوستان کا ایسا منظر پیش کر رہے ہیں جس میں مسلمانوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ انہیں ہولوکاسٹ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس ناول کا نام مرگ انبوہ رکھا گیا ہے۔ اس ناول کے ذریعے سے مشرف عالم ذوقی نے نئے اور سلگتے ہوئے موضوع کو بیان کیا ہے۔

ناولوں میں علامت نگاری کے حوالے سے اقرا غفار لکھتی ہیں:

"علامتوں کا ایک جہاں ناول میں آباد ہے اور ہر علامت مختلف قسم کے حالات کو مد نظر رکھ کر استعمال کی گی ہے۔ جبر اور خوف کے اس ماحول میں معنی خیز علامتوں کا استعمال ناول کو خوبصورتی عطا کرتا ہے۔ مرگ انبوہ عصر حاضر کا اہم ترین ناول ہے۔"(11)

اس ناول کا شمار اہم ترین سیاسی ناولوں میں ہوتا ہے۔ اس ناول کے 440 صفحات ہیں۔ مرگ انبوہ ناول پانچ ابواب پر مشتمل ہے جس کے پہلے باب میں "موت سے مکالمہ" ہے، دوسرے باب میں "جہانگیر مرزا کی ڈائری" تیسرے باب میں "موت سے سامنا" چوتھے باب میں "مرگ انبوہ" اور پانچویں باب میں "نیند سے چلنے والے" پر مشتمل ہے۔

ناول کے پہلے باب میں جہانگیر اور پاشا کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں "اسٹیو جابس" اور "مارک زکربرگ" کو علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ناول ان دونوں شخصیات کو اکیسویں صدی کا نمائندہ قرار دیا گیا۔ ان دونوں کی طرح نئ نسل بھی ایک مختصر عرصے میں دنیا کو فتح کرنا چاہتی ہے خواہ وہ صحیح راستے کا انتخاب کریں یا غلط، انھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا:

"ایپل دیکھا ہے۔ سرخ سیب۔ نیوٹن اسے زمین پر گرا دیکھا تھا۔ میں نے اسے آسمان پر بٹھا دیا۔ تمھارے لیے۔۔۔ کہ تمہارے لیے صرف تم اہم ہو۔ تم اور تم سے ضرورت رکھنے والے ڈاٹا۔۔۔ باقی اہمیت نہیں ہے۔(12)

ان الفاظ کے ذریعے سے واضح کیا جارہا ہے کہ موجودہ دور میں انسان کے لیے سب سے اہم اس کی خواہشات ہیں۔ جدید دنیا ٹیکنالوجی کی دنیا ہے، جس میں ہر کوئی اور خاص طور پر نئ نسل کے افراد جلد از جلد سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اب دنیا سمٹ رہی ہے اور میڈیا کے ذریعے سے سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ کے ساتھ دنیا بھر میں رابطے قائم کرنا آسان ہو گیا ہے۔ مشرف عالم ذوقی نے اسے یوزر جنریٹیڈ کینٹنٹ کا نام دیا ہے۔ نئ نسل کو راتوں رات دنیا کی ہر سہولت پالینے کی خواہش نے انھیں معاشرے میں اس (web Invisible) میں جکڑ ادیا ہے اور اب وہ آسانی سے اس کا شکار ہو رہے ہیں۔

پہلے باب میں "وہیل مچھلیاں" بطور علامت استعمال کی گئ ہیں۔ وہیل مچھلیوں کو مشرف عالم ذوقی نے بطور حکمران یا ایسے افراد جو کسی اعلیٰ عہدہ پر ہوں اور دوسرا استحصال کر سکتے ہوں:

"جب وہیل مچھلیاں شکار کرتی ہیں اور پانی کی سطح پر خون پھیل جاتا ہے۔"(13)

ان وہیل مچھلیوں سے مراد انگریزوں کو لیا ہے۔ جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں نے ہندوستان کے لوگوں کا اور خاص طور پر مسلمانوں کا بہت برا حال کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ ہندوستان کے تمام ذخائز اور خام مال کو انگریز اپنے ساتھ لے جاتے اور ان سے چیزیں بنا کر ہندوستان میں مہنگے داموں فروخت کرتے تھے۔ تمام سرکاری املاک پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہندوستان ذخائر پر خود ہندوستانیوں کا حق نہیں تھا۔

1947ء میں تقسیم ہندوستان کے وقت انھیں وہیل مچھلیوں نے سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔ قتل وغارت گری کے واقعات منظر عام پر آنے لگے۔ ان لوگوں نے بھارت اور پاکستان دونوں میں قتل عام کیا۔ اور دونوں ملکوں میں موجود ان لوگوں نے دونوں ملکوں کے افراد کے درمیان نفرت پھیلی ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں ملکوں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف ہو کر ان دہیل مچھلیوں کا شکار ہو رہے تھے۔ ان لوگوں نے

دونوں ملکوں کے افراد کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ مشرف عالم ذوقی اپنے ناول میں پاکستان اور ہندوستان دونوں طرف کے لوگوں کے جذبات کو بیان کیا ہے۔

موجودہ حالات کو دیکھا جائے تو یہ "وہیل مچھلیاں" ابھی بھی ہندوستان اور پاکستان میں پائی جاتی ہیں۔ جو اپنے اپنے طریقے سے مسلمانوں کا استحصال کر رہی ہیں۔ بھارت میں مسلمانوں کے لیے روز بروز قانون سخت ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمان اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لیے بھی آزاد نہیں ہیں۔ بھارت میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شکیل رشید لکھتے ہیں:

> "'مرگ انبوہ' آج کا ناول اس لیے ہے کہ اس میں ہم ایک تبدیل ہوتے ہوئے بھارت کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ٹیچنگ اور شہریت ترمیمی قانون تو بس ایک بہانہ ہے، نسلوں کا صفایا اصل نشانہ ہے۔"(14)

پاکستان میں حکمران طبقہ اپنے سے نیچے والے افراد معاشرہ کا استحصال کر رہا ہے اور انھیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور امیر، امیر سے امیر تر۔ نچلے طبقے کے افراد کے لیے کسی پالیسی کا انعقاد نہیں کیا جا رہا ہے۔

مشرف عالم ذوقی ڈین براؤن کے ناول "اینجل اینڈ ڈیمنس" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس طرح اس ناول میں ایک فرقہ خاموشی سے سازش کرتا ہے اور ان سازشوں کی وجہ سے حکومتیں ختم ہوتی ہیں۔ جو حکومت بھی ان کے خلاف آواز اٹھاتی ہے انھیں ختم کیا جاتا ہے۔ یہاں جموں کشمیر کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جموں کشمیر کے مسلمان اپنے حق کے لیے آواز بلند کرتے ہیں تو ان کی نسل کشی کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ یہ ناول 2020ء میں لکھا گیا ہے جب جموں کشمیر کے مسلمانوں کو کشمیر سے نکلنے اور یہاں ہندوؤں کو آباد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہاں "وہیل مچھلیوں" سے مصنف کی مراد اس وقت کے سیاست دان اور اشرافیہ بھی ہے جو ایک پلان کے تحت مسلمانوں کا خاتمہ کر رہی ہے۔ "بلیو وہیل گیم" ایک گیم ہے جو ابھی دنیا کے کئی ممالک میں کھیلی جاتی ہے، اس گیم میں 50 سے زائد پڑاؤ ہوتے ہیں۔ اس گیم کا انجام "موت" ہوتا ہے۔ ایک دفعہ جو اس کھیل کا حصہ بن جاتا ہے وہ اس کھیل سے پھر باہر نہیں جا سکتا ہے۔ اس گیم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کیا جاتا ہے، جس کے ذریعے سے نوجوان نسل کو جوش دلایا جاتا ہے۔ "بلیو وہیل گیم" اقتدار کا کھیل ہے جو ایک دفعہ اس کھیل کا حصہ بن جاتا ہے پھر اس سے علیحدہ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ پاکستانی اور بھارتی معاشرے میں اقتدار کی جنگ میں بھی یہ کھیل شروع ہو چکا ہے جس سب کچھ تباہ کر رہا ہے۔ جنگ آزادی سے پہلے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ مسلمان یہاں شان و شوکت سے رہتے تھے:

> "اور کتنی عجب بات، بلکہ میں کہتا ہوں، اداس کرنے کی بات کہ ایسے ہزاروں لوگ جن کے دم سے ہماری بزم آباد ہوا کرتی تھی۔۔۔ ایک دن یہ نہیں ہوں گے۔۔ اور نہیں ہوں گے تو ہماری زیست کے طریقوں میں کیا فرق آئے گا۔"(15)

یہاں لوگوں سے مراد مسلمان بادشاہ ہیں۔ مسلمانوں نے ہندوستان میں کئی سو سالوں تک حکومت کی تھیں لیکن انگریزوں نے ہندوستان میں آتے ہی مسلمانوں سے ان کی حکومت چھین لی اور اب مسلمانوں کے رہن سہن کے طریقے بدل گئے تھے۔ مسلمان جو ہندوستان میں حکومت کرتے تھے اب ان کا حال ہندوؤں سے بھی بدتر تھا۔

ناول میں ایک "پلان بی" کا ذکر کیا گیا ہے۔ "پلان بی" کو 1857ء کی جنگ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ اس پلان سے مراد انگریزوں کا منصوبہ ہے جس کے ذریعے سے انھوں نے ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ انگریز یہاں 1757ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے سے تجارت کرنے آئے تھے لیکن انھوں نے آہستہ آہستہ یہاں اپنی بستیاں قائم کرنا شروع کر دیں اور سیاست میں حصہ لینے لگے۔ 1857ء میں ان کا یہ پلان کھل کر سامنے آیا اور انھوں نے اس وقت سارے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا۔

"پلان بی" سے مراد وہ منصوبہ ہے جس کے ذریعے تقسیم کے وقت مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے گھروں میں لوٹ مار کی جاتی تھی اور مسلم عورتوں کی عصمت کو داغ دار کیا جاتا تھا۔ اس منصوبے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمان پاکستان کے قیام کے مطالبے سے پیچھے ہٹ جائیں۔ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے گھروں جلا دیا جاتا۔ اس پلان کے تحت مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی تھی:

"'مشن بی' جس نے آہستہ آہستہ سیاست سے سماج، معاشرے اور ثقافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ پورا ہندوستان اچانک ان کے ہاتھوں میں آگیا تھا۔"(16)

اسی پلان کے تحت ملک میں تباہی کے مناظر نظر آرہے تھے۔ کچھ لوگ جشن منارہے تھے اور کچھ مر رہے تھے۔ کچھ کو خود مارا جارہا تھا۔ ملک میں پولیس کسی کی بھی نہیں۔ ملک میں ہونے والے واقعات کی وجہ سے کئی دنوں تک اکثریت کے اندر انتقام کے جذبے موجود تھے۔ ان فسادات میں پولیس خود شامل تھی۔ اس وقت ہندوستان میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں موجود تھیں سب میں اس مشن کے لوگ موجود تھے۔ صرف مسلمان اقلیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو مٹانے کی کوشش کی جارہی تھی۔

"پلان بی" کو اس پلان کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو ہندوستان میں 2014ء کے بعد سے چل رہا ہے۔ جس میں مسلمانوں کے حقوق کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے اور ہر مسئلہ اور معاملہ کا قصور وار مسلمانوں کو ٹھہرا کر ان کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ "پلان بی" کے تحت دہلی، لکھنو اور بھارت کے تمام بڑے شہروں میں مسلمانوں کا قتل کیا جارہا ہے اور پھر اسے کسی نہ کسی مسئلے کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ "پلان بی" کی اصل طاقت پاکستان مخالفت تھی۔ اس پلان میں سیاست میں موجود لوگوں کا ہاتھ بھی تھا۔ اس لیے پلان بی اپنے منصوبوں کے بہت قریب چلا گیا تھا:

"یہ لوگ چپہ چپہ پر پھیل گئے تھے اور زعفرانی طاقتیں اس اجگر کی طرح تھیں، جس کے منہ کھولتے ہی محلے کے محلے سلگ اٹھتے تھے۔"(17)

اس پلان کے ذریعے مسلمانوں کے روز مرہ کے حالات و واقعات پر بھی نظر رکھی جارہی تھی۔ مصنف تارا کے کردار کے ذریعے سے یہ حقیقت سامنے لاتا ہے کہ ہندوستان میں آہستہ اہستہ مسلمانوں کو ختم کیا جارہا ہے یا پھر انھیں ہندو مذہب میں شامل کیا جارہا ہے۔ بی مشن کی شاخیں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ بی مشن کے تحت ایسا ہندوستان سامنے آرہا ہے جس کے ذریعے سے اقلیتوں خاص طور پر مسلمانوں کی نئ نسل محفوظ نہیں تھی۔

"پلان بی" کو ایک عالمی سازش کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ یہ وہ سازش ہے جس کے ذریعے سے عالمی سطح پر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کی بہترین مثال فلسطین کے مسلمان ہیں۔ فلسطین پر ہونے والے مظالم کے خلاف عالمی سطح پر آواز تو اٹھائی جاتی ہے لیکن اس آواز کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ عالمی اداروں میں فلسطین اور جموں کشمیر کے مسلمانوں کے حق میں قرار دادِ بھی پاس ہوتیں ہیں لیکن ان پر عمل ہوتا کہیں نظر نہیں آتا۔ یہ شعبدہ بازی صرف مسلمانوں کو حوصلہ دینے کے لیے کیا جارہا ہوتا ہے:

"'بی مشن' کے پاس شعبدہ بازی تھی اور یہ شعبدہ بازی مٹن کو بیف میں تبدیل کر دیتی تھی۔ پھر اس شعبدہ بازی نے آگے بڑھ کر خفیہ ایجنسی، فوج، عدالت سب کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔"(18)

یہاں عدالت سے مراد عالمی عدالت انصاف، خفیہ ایجنسی اور فوج سے مراد عالمی سطح پر امن قائم کرنے والے ادارے ہیں، جو بظاہر تو مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن دراصل وہ بھی اس پلان کا حصہ ہی ہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمان انھیں اپنا محافظ سمجھ رہے جو کبھی نہ کبھی ان کے حق میں بات ضرور کریں گے۔

آخر میں مشرف عالم ذوقی کھل کر 'پلان بی' پر بات کرتے ہیں:

"ہم ہی نشانہ ہیں۔۔۔ٹارگٹ صرف ہم۔۔ہم ابھی بھی ظلم و جبر کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بنے خود کو محفوظ تصور کر رہے ہیں۔"(19)

خونی بارش سے مراد مسلمانوں کا قتل عام ہے۔اس علامت میں فلسطین اور جموں کشمیر کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جہاں مسلمانوں کا بے دریغ قتل کیا جارہا اور عالمی ریاستیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہی ہیں:

"ٹی وی چینلز پر بتایا گیا کہ کچھ علاقوں میں بارش ہورہی ہے۔پانی کی سرخ دھار اس سے قبل کبھی دیکھی نہیں گئی۔بلکہ بارش کے ساتھ ساتھ برف کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے بھی گرے۔یہ ٹکرے بھی سرخ تھے۔"(20)

خونی بارش سے مراد کشمیر کے مسلمان پر ہونے والا ظلم و تشدد بھی ہے۔آئے دن ہندوؤں کے مظالم کشمیر پر بڑھتے جارہے ہیں۔اب تک لاکھوں کشمیری اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔اور کئی ان حادثوں کا شکار ہو کر مفلوج ہو چکے ہیں۔سرخ ٹکروں سے مراد لاشیں ہیں۔

" سرخ چونٹیوں " کو انگریزوں کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔جو ہندوستان پر قبضہ کے دوران مسلمانوں کو کچلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ہندوستان میں مسلمانوں کا کچلنے میں انگریزوں کا ساتھ ہندوؤں نے بھی دیا تھا۔ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر سازش کی۔ان کے خیال میں مسلمانوں نے باہر سے آکر ان پر حکومت کی۔یہاں "سرخ چونٹیوں "سے مراد ہندوستانی حکومت ہے جو اقتدار کے نشے میں مسلمانوں کو کچلنے کی کوشش کر رہی ہے:

"میں ابھی بھی حملہ اور سرخ چیونٹیوں کو دیکھ رہا تھا جو زمین سے لے کر جنگلی درختوں کی شاخوں سے بھی لپٹی ہوئی تھیں۔کچھ دنوں میں یہاں صرف چونٹیاں ہوں گی کیا چونٹیوں کے ہاتھ پاؤں ہیں؟ بالکل ہیں۔کیا ان میں مکانات غائب کرنے کی صلاحیت ہے؟(21)

مشرف عالم ذوقی نے مختلف علامتوں کے ذریعے سے بھارت میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی طرف اشارہ کیا ہے۔سرخ چونٹیوں سے مراد حکومت وقت ہے جو مختلف طریقوں سے مسلمانوں کی شناخت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ہندوستان میں صرف مسلمانوں کو اقلیتوں کی بنا پر نشانہ بنا جارہا ہے جیسے کہ خفیہ ایجنسی کا افسر کہتا ہے کہ مسلمانوں کا اپنی نمائش کی عادت ڈالنی چاہیے کیونکہ سرخ چیونٹیاں صرف مسلمانوں کے گھروں میں گھر بناتی ہیں اور باقی اقلیتوں کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔آخری جملے سے واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ان کی مخالفت صرف مسلمانوں سے ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف اپنے سخت قانون قائم کردیے گئے ہیں کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے عدالت بھی نہیں جاسکتے اور اگر کوئی حکومت کے خلاف عدالت میں جانے کی کوشش کرتا ہے تو اسے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔اس کے مصنف اپنے دوست "سبحان علی" کی مثال دیتا ہے۔ہندوستان میں مسلمان بھارت سے اظہار جہتی بھی نہیں کرسکتے کیونکہ اس پر صرف ہندوؤں کا حق ہے۔اگر مسلمان اس طرح کی کسی سرگرمی میں حصہ لیتے ہیں تو اسے فریب اور سازش قرار دے کر سخت سے سخت سزا دی جاتی ہے۔

ناول میں "جادوگر" کو ایک ایسی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو پورے ناول میں چھایا رہتا ہے لیکن کہیں بھی اس کا وجود نظر نہیں آتا۔جادوگر کے کردار کے ذریعے سے ایک ایسے لٹیرے کا ظاہر کیا جارہا ہے جو سب کا مال لے کر ان کے سامنے سے چلا جاتا ہے اور کوئی شخص اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ناول میں جادوگر سے مراد انگریز فوج ہے،جو ہندوستان کے قدرتی وسائل کو ان کے سامنے لوٹ لیتی ہے لیکن ہندوستان

کی عوام ان کا کچھ بھی نہیں بگڑا سکتی ہے۔ جادو گیر کے ذریعے سے بتایا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو موت کی طرف جانے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے مطابق یہ موت آسان ہیں۔ انسان خود اپنی مرضی سے یہ طے کرتا ہے کہ اسے کون سی موت مرنا ہے۔ جادوگر اسے مہربان قتل کا نام دیتا ہے:

"ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ملک کی خوشحالی کے پیش نظر ہمیں مخصوص طبقے اور گروہ کے لیے محبت بھری موت کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے پڑے۔۔ جاؤ اپنے رب سے ملنے۔ جاؤ نجات کی طرف۔۔ جاؤ سیاہ پتھروں کی طرف۔۔ جاؤ آہنی دروازے کی طرف۔۔ اور تمہیں اختیار ہے کہ تم کیسی موت چاہتے ہو۔۔ ہم رحم دل ہیں، ہم کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ فیصلہ آپ کا ہو گا۔"[22]

ناول کے اختتام پر مشرف عالم ذوقی بھارت اور خاص طور پر کشمیر کے حالات کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں دو برس پہلے مسلمانوں کو بھرا گیا۔ اور انہیں گیس چیمبر لے جایا گیا۔ یہ ناول چونکہ 2020ء میں لکھا گیا تھا۔ 2018ء کے بعد جموں و کشمیر کی حیثیت کا ختم کرنے کی سازش کی جانے لگی تھی۔ آخر میں مشرف عالم ذوقی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو اب کشمیر سے دوسرے علاقوں میں منتقل کیا جانا شروع ہو گئے ہیں۔

ناول میں "سرخ کتاب" کو بھی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ وہ ہی سرخ کتاب ہے جس پر انسان اپنی موت کا وقت متعین کرتا ہے۔ "سرخ کتاب" سے مراد وہ قانون ہے جس کے ذریعے سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ ناول میں اس کتاب کے ذریعے سے انسان اپنی موت کا وقت خود متعین کرتا ہے اور یہ بھی ساتھ ہی متعین کیا جاتا ہے کہ انسان کس طرح کی موت چاہتا ہے۔ سرخ کتاب سے مراد این آر سی ہے جو 2020ء میں پورے ہندوستان میں نافذ تھا۔ اس قانون کی مخالفت میں پورے ہندوستان میں آوازیں اٹھائی جارہی تھیں لیکن سنٹر انڈیا میں خاموشی تھی۔ پارلیمنٹ سے شہرت کے بعد نیا ترمیم شدہ قانون پاس کیا گیا اور حکومت نے پورے ملک میں اس کے نفاذ کا عزم ظاہر کیا ہے۔ تب سے ہی پورے ہندوستان میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

مشرف عالم ذوقی نے یہ ناول 1857ء، 1947ء کے واقعات کے تناظر میں لکھا تھا۔ جس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

"پرانی تاریخ ایک دم سے غائب ہو کر نئی تاریخ بننے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے تم ایک نئی تاریخ کا حصہ بن رہے ہو اور اس تاریخ میں پرانی تاریخ کے جراثیم اور رنگ و روغن بھی شامل ہیں جیسے میں، زندگی بھر تقسیم، ہجرت اور فسادات کے کرب سے باہر نہیں نکل سکا۔"[23]

مصنف کی نئی تاریخ سے مراد نئی نسل ہے جو اب ٹیکنالوجی کی دنیا سے وابستہ ہے اور اپنے لیے نئی تاریخ بنا رہی ہے۔ ان کی تاریخ میں مسلمانوں کے عظیم و شان ماضی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے ماضی کو آہستہ آہستہ ختم کر رہے ہیں۔ جبکہ مصنف پرانی تاریخ سے تعلق رکھنے والا شخص ہے جس پر پہلے 1857ء میں جنگ آزادی کا اثر مرتب ہوا۔ ابھی اس جنگ کے اثرات زائل نہیں ہوئے تھے کہ تقسیم ہندوستان کے واقعات منظر عام پر آئے، جس میں سب اقلیتیوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مشرف عالم ذوقی پر ان واقعات کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہ ناول مشرف عالم ذوقی نے اسی تناظر میں لکھا ہے۔

ناول کے پیش لفظ میں مشرف عالم ذوقی خود لکھتے ہیں کہ 2000ء کے بعد حالات بدلتے گئے۔ سونامی آئی اور ایک خاص مشن کے تحت لوگوں کے دل و دماغ پر قبضہ کیا گیا اور خاص طور پر مسلمانوں کے دل و دماغ پر۔ 2014ء کے بعد زندگی کے حالات سنگین ہو گئے۔ مسلمانوں پر تشدد میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مسلمان ہونا جرم بن گیا تھا۔ مرگ انبوہ میں ایسی ہی داستان بیان کی گئی ہے جو ان حالات کو منظر عام پر لاتی ہے۔

خلاصہ بحث

مشرف عالم ذوقی کا ناول "مرگ انبوہ" اردو ادب کا ایک اہم سیاسی و فکری ناول ہے جس میں علامت نگاری کو ایک مؤثر فنی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ علامت نگاری کی بنیاد مغربی ادبی تحریکات سے جڑی ہے، لیکن ذوقی نے اس تکنیک کو برصغیر کے مسلمانوں کے تاریخی و سماجی پس منظر میں استعمال کرتے ہوئے اسے مقامی معنویت عطا کی ہے۔ ناول کا مرکزی استعارہ "مرگ انبوہ" دراصل اجتماعی نسل کُشی کی علامت ہے، جو مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تعصبات اور پرتشدد رجحانات کو ظاہر کرتا ہے۔
ناول میں استعمال کی گئی علامتیں جیسے "وہیل مچھلیاں"، "لال چونچیں"، "خونی بارش"، "بلیوز گیم"، "جادوگر" اور "لال کتاب" صرف فکری تاثر نہیں دیتیں بلکہ ایک مکمل سیاسی بیانیہ تشکیل دیتی ہیں۔ ذوقی نے "ہولوکاسٹ" کی اصطلاح کو یہودیوں کے قتلِ عام سے منسلک کرکے مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال پر منطبق کیا ہے، جس سے ایک گہری مماثلت ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو بتدریج ظلم و جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔
یہ ناول تاریخی تسلسل کے ساتھ 1857 سے 2014 تک کے واقعات کو سمیٹتے ہوئے ایک ایسا منظر نامہ پیش کرتا ہے جس میں مسلمان شناخت کو مٹانے کی کوششیں ہورہی ہیں۔ مشرف عالم ذوقی کا یہ فن پارہ نہ صرف ادبی لحاظ سے منفرد ہے بلکہ فکری سطح پر بھی ایک احتجاجی صدائے حق کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان علامتوں کے ذریعے وہ ایک نہایت نازک اور جرأت مندانہ موضوع کو اجاگر کرتے ہیں جو عصرِ حاضر کے قاری کو جھنجھوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. اعجاز راہی، ڈاکٹر، اردو افسانے میں علامت نگاری، ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2002ء، ص:20
2. حسین شاہد، سوال یہ ہے، سہ ماہی اوراق لاہور، 1969ء، ص:24
3. کیسنگ ہیم، The Problem of Style، فاکٹ ورلڈ لائبریری، نیویارک، 1966ء، ص:9
4. فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، 2007ء، ص:ن
5. Encyclopaedia Britanica ,1965,P:701
6. Nroth rop Frye, Anatomy of Criticm: Four Essay, Princeton University Press,1957U,P:71
7. صدیق کلیم: (مرتبہ)، نئی تنقید، سونڈی ٹرانسلیشن سوسائٹی، گورنمنٹ کالج لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۱۴۷
8. یاسر اقبال، ڈاکٹر، ادبی و فکری تحریکات اور اقبال، اردو سائنس بورڈ، 1994ء، ص:301
9. سلیم آغا قزلباش، ڈاکٹر، جدید اردو افسانے کے رجحانات، انجمن ترقی اردو پاکستان، 2000ء، ص:351
10. فیروز اللغات، ص:676
11. جاوید اختر ذکی خان، مرگ انبوہ: ایک مطالعہ، کتابی دنیا، لاہور، 2021ء، ص:115
12. مشرف عالم ذوقی، مرگ انبوہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:19
13. ایضاً، ص:24
14. جاوید اختر ذکی خان، مرگ انبوہ: ایک مطالعہ، ص:35

15. مشرف عالم ذوقی، مرگ انبوہ، ص:86
16. ایضاً، ص:137
17. ایضاً، ص:139
18. ایضاً، ص:155
19. ایضاً، ص:156
20. ایضاً، ص:225
21. ایضاً، ص:289
22. ایضاً، ص:381
23. ایضاً، ص:137

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Ijaz Rahi, Dr., " Urdu Afsanay mein Alamat Nigari " Raiz Publications, Rawalpindi, 2002, P:20
2. Hussain Shahid, "Swal yeh hay" Quarterly Awraq, Lahore, 1969, P:24
3. Kasingham, The Problem of Style, Fact World Library, New York, 1966, P:9
4. Feroz-ul-Lughat, Feroz Sons, Lahore, 2007, p:[missing page number]
5. Encyclopaedia Britannica, 1965, P:701
6. Northrop Frye, Anatomy of Criticism,Four Essays, Princeton University Press, 1957, P:71
7. Siddique Kaleem (Ed.), Nayi Tanqeed, Saundi Translation Society, Government College Lahore, 1969, P:147
8. Yasir Iqbal, Dr., Adbi o Fikri Tahrikat or Iqbal , Urdu Science Board, 1994, P:301
9. Saleem Agha Qizilbash, Dr, Jadid Urdu Afsanay kay Rujhanat , Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, 2000, P:351
10. Feroz-ul-Lughat, P:676
11. Javed Akhtar Zaki Khan, Marg Anboh:ek Matalaa , Kitabi Dunia, Lahore, 2021, P:115
12. Masharaf Alam Zauqi, Marg Anboh, Sang-e-Meel Publications, Lahore, P:19
13. Ibid, P:24.
14. Javed Akhtar Zaki Khan, Marg Anboh: A Study, P:35
15. Masharaf Alam Zauqi, Marg Anboh, P:86
16. Ibid, P:137
17. Ibid, P:139
18. Ibid, P:155
19. Ibid, P:156
20. Ibid, P:225
21. Ibid, P: 289
22. Ibid, P:381
23. Ibid, P:137